ایک درس مکتب اسلام سے

صفوۃ العلماء مولانا سید کلب عابد نقوی صاحب رحمت مآب طاب ثراہ

(آخری قسط)

قرآن کا طریقۂ استدلال

قرآن مجید وہ کتاب ہے جو تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے دور جہالت سے لے کر اس وقت تک جب علم امکانی حد تک ترقی کی منزلیں طے کر چکا ہے آتی ہے۔ اس کا خطاب فلاسفہ، سائنسدانوں اور عام انسانوں سب سے ہے۔ ظاہر ہے کہ معمولی ذہن کے عوام کو سمجھانے کا انداز دوسرا ہوتا ہے اور علماء سے خطاب کا طریقہ اور ہوتا ہے۔ لیکن قرآن مجید نے یہ انوکھا طریقۂ استدلال اختیار کیا ہے کہ عوامی ذہن والا شخص اپنے انداز سے اور بڑے بڑے فلاسفہ اپنے معیار پر قرآن کے استدلال کو سمجھ سکتے ہیں۔ وہ فصلوں کے معینہ اوقات، آنے جانے، دن ورات کے چکر، ہر ستارے کے اپنی جگہ ہونے، ہواؤں کے چلنے، ابر کے اٹھنے، غرض پوری کائنات کے معینہ نظام کے مطابق چلنے اور عالم تکوین کی نظم وتدبیر کی مختلف تقریریں پیش کر کے سوال کرتا ہے۔ کیا یہ سب بغیر کسی صاحب علم وحکمت کے معین کردہ نظام کے ہو سکتا ہے۔ اسی استدلال کو ایک بڑھیا اپنے چرخے سے سمجھ سکتی ہے کہ جب میں چرخا چلاتی ہوں تو چلتا ہے اور جب میں روکتی ہوں تو رک جاتا ہے تو پھر یہ کائنات کا چرخہ بغیر چلانے والے کے کیونکر چل سکتا ہے۔ ایک اعرابی قدموں کے نشان اور اونٹ کی مینگنیوں سے تشبیہ دے کر سمجھ لیتا ہے اَلْبِعْرَةُ تَدُلُّ عَلَى الْبَعِيْرِ وَ اٰثَارُ الْقَدَمِ تَدُلُّ عَلَى الْمَسِيْرِ مینگنی بتاتی ہے کہ کوئی اونٹ گیا ہے، نقش قدم بتاتا ہے کوئی قدم گذرا ہے جب ہر اثر اپنے مؤثر کا پتہ دیتا ہے تو یہ عظیم کائنات اپنے خلق کرنے والے کی طرف کیوں رہنمائی نہ کرے گی۔ اس کے مقابلے میں آئن اسٹائن کا سا عظیم فلسفی نظام کائنات کی گہرائیوں میں ڈوب کر کسی عقل کل کو پس پردہ کارفرما ماننے پر مجبور ہوتا ہے۔ آیندہ جتنا علم ترقی کرتا جائے گا، رازہائے فطرت کھلتے جائیں گے، عظیم ووسیع کائنات میں کہیں کوئی جھول، کوئی نقص نہ ملے گا۔ اور اہل علم کی نگاہ تحقیق تھک کر مدبر کائنات کے سامنے سرنگوں ہوتی جائے گی۔

توحید کی دلیل میں قرآن مجید نے ایک مختصر سا جملہ ارشاد فرمایا: ''لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا'' اگر زمین وآسمان میں دو خدا ہوتے تو یہ نظام درہم برہم ہوجاتا۔ ایک معمولی سمجھ کا انسان کہے گا جب ایک ملک میں دو بادشاہ نہیں ہوسکتے، ایک ملک میں دو صدر نہیں ہوسکتے، دو وزیر اعظم نہیں ہوسکتے یعنی ہر جگہ آخری منتظم ایک ہوتا ہے تو کائنات میں دو بادشاہ کیونکر ہوسکتے ہیں۔

اسی دلیل کو اس طرح بھی پیش کیا جاسکتا ہے کہ اگر وہ ذات جو بے نہایت قدرت کی مالک ہو، جس کے ارادے کو کوئی روک نہ سکتا ہے جو ''عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ'' ہو۔ اگر

اس طرح کی دو طاقتیں ہوں ۔ اور ایک کسی شی کے وجود کا ارادہ کرلے اور دوسرا اس کے عدم کا تو یا تو وہی چیز ایک ہی وقت میں ہوگی بھی اور نہیں بھی ہوگی ۔ یہ محال ہے یا ایک کا ارادہ پورا ہوگا دوسرے کا نہیں ۔ تو جس کا ارادہ پورا نہ ہوگا وہ عاجز قرار پائے گا اور جو عاجز ہو وہ خدا نہیں ہوسکتا یا تو دونوں کا ارادہ پورا نہ ہوگا تو دونوں عاجز قرار پائیں گے ۔ اسی کی تعبیر فلاسفہ کی زبان میں یوں بھی کی جاسکتی ہے ۔ اگر دو خالق ہوں اور دونوں ہی کامل ہوں تو ایک معلول کی دو کامل علتیں قرار پائیں گی جن میں سے ہر ایک دوسرے سے مستغنیٰ ہوگی اور یہ محال ہے ۔

اسی کی تعبیر یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ جو نظام چھوٹے سے چھوٹے زرے میں ہے وہ نظام لاتعداد نظامہائے شمسی میں، وہی بڑی سے بڑی کہکشاں میں ۔ اگر دو منتظم ہوتے تو الگ الگ نظام ہوتے جو آپس میں ٹکراتے جس کے نتیجہ میں سب کچھ ختم ہوجاتا ۔ غرض قرآن مجید نے بڑے بڑے مسائل کو چھوٹے چھوٹے جملوں میں یوں حل کردیا ہے کہ ہر شخص اپنے ذہن کے مطابق مطلب سمجھ کر مطمئن ہوسکتا ہے ۔

رسول کی سچائی کی کچھ اور دلیلیں

ا ۔ کردار رسول: رسالتمآبؐ کے دعویٰ رسالت کی بولتی دلیل خود رسالتمآبؐ کا پاک و پاکیزہ کردار ہے ۔ مسلم ہے کہ جناب رسالتمآبؐ نے چالیس برس کے سن میں رسول ہونے کا دعویٰ کیا ۔ یہ پوری زندگی رسول نے انہی لوگوں میں بسر کی تھی جن کو ابتدائی طور پر اسلام کی دعوت دی ۔ یہ سب لوگ رسول کے قریب رہتے تھے، رسول کے ظاہر و باطن سے پوری واقفیت رکھتے تھے ۔ کبھی کسی کو کردار رسالت پر انگلی دھرنے کا موقع نہیں ملا ۔ اس کے برخلاف اپنے فیصلے رسولؐ سے کراتے رہے اور ہر فیصلہ پر مطمئن رہے ۔ خود ہی صادق کا لقب دیا، کیونکہ غلطیاں کبھی کی نہیں، ''امین'' کی لفظ جب کہتے تھے تو اس سے رسولؐ ہی کو مراد لیتے تھے ۔ یہاں تک کہ ہجرت کے وقت تک یعنی تیرہ برس تک رسول نہ مانا لیکن امانتداری پر اعتماد رہا کہ امانتیں رسولؐ ہی کے سپرد تھیں ۔

یہی صادق و امین جس کو چالیس برس پرکھا جاچکا ہے جب رسالت کا دعویٰ کرے تو چاہے زبان سے اقرار نہ بھی کیا جائے لیکن دل پکار اٹھے گا جو دنیا کے معاملہ میں جھوٹ نہ بولا وہ آخرت کے بارے میں جھوٹ کیسے بولے گا ۔ جس نے کبھی انسانوں کے متعلق غلط بات نہ کہی وہ اللہ کے بارے میں کیا غلط بیانی کرے گا ۔ اسی طرح قبل رسالت کی زندگی دعویٰ رسالت کی سچی گواہ ہے ۔

سابق انبیاء کی پیشین گوئیاں

آسمانی کتابوں میں بہت کچھ ردو بدل کردیا گیا پھر بھی وہ اشارے مل جاتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ گذشتہ انبیاء خاتم النبیین اور دین کی تکمیل کرنے والے کی

خبر دیتے رہے ہیں۔

چونکہ جناب عیسیٰؑ آخری صاحب شریعت پیغمبر تھے جن کے چند سو برس کے بعد آخری شریعت کو لے کر ہمارے رسولؐ کو آنا تھا لہٰذا انجیل میں زیادہ واضح انداز سے آخری پیغمبرؐ کی خبر دی گئی۔

بعض جگہ آنے والے کے لئے تسلی دہندہ کا لفظ ملتا ہے لیکن علماء نے ثابت کیا ہے کہ عبرانی کی جس لفظ (فارقلیطا) کا یہ ترجمہ ہے اس کا صحیح ترجمہ ''تعریف کیا ہوا'' ہے جو عربی کی لفظ محمدؐ کے ہم معنی ہے۔

بعض پیشین گوئیوں میں آنے والے کی صفت سچائی کی روح بیان کی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بالکل واضح اشارہ ہے جناب رسالتمآبؐ کی صفت صداقت کی طرف۔ جس کو اللہ نے یوں ظاہر کیا تھا کہ صادق رسولؐ کا لقب ہی قرار پا گیا تھا اور دوست و دشمن سب آپ کو صادق و امین تسلیم کرتے تھے۔

بعض پیشینگوئیوں میں اس آنے والے کو روح القدس کہا گیا ہے لیکن اس سے مراد وہ روح القدس نہیں ہو سکتے جن کو عیسائی ربوبیت میں اللہ اور عیسیٰؑ کا شریک قرار دے کر اقانیم ثلاثہ کا ایک اقنیم قرار دیتے ہیں کیونکہ یہ روح القدس ہمیشہ جناب عیسیٰؑ کے ساتھ تھے اور اس آنے والے کے لئے جناب عیسیٰؑ فرما رہے ہیں کہ اگر میں نہ جاؤں تو یہ تسلی دہندہ تمہارے پاس نہیں آئے گا۔ اس آنے والے کی ایک صفت بیان فرماتے ہیں ''از خود تکلم نمی کند بلکہ بانچہ شنیدہ است سخن خواہد گفت'' اپنی طرف سے کوئی بات نہ کرے گا بلکہ جو کچھ سنا ہے وہی کہے گا۔ یہ معلوم ہو رہا ہے کہ قرآن مجید نے رسالتمآبؐ کے لئے جو لفظیں استعمال کی ہیں انہی میں خبر دی جا رہی ہے ''وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوْحَىٰ'' یہ رسول اپنی خواہش نفس سے بات نہیں کرتا بس اس کا کلام تو وحی ہوتی ہے جو اس پر کی گئی ہے۔ ایک جگہ اس آنے والے کو رئیس جہاں کہا گیا ہے۔ یہی صفت قرآن مجید نے رسالتمآبؐ کی بیان فرمائی ہے۔ ''وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ'' آپ کو ہم نے تمام عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (یہ پیشین گوئیاں انجیل یوحنا باب ۱۴، ۱۵، ۱۶ سے نقل کی گئی ہیں)

The Holy Bible in persian hiproduced by photography from the education (1904_1944, page93)

رسولؐ و آل رسولؑ کی قربانیاں:

اسلام کی حقانیت اور رسول کی صداقت کی واضح دلیل یہی ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ تبلیغ اسلام اور دین کی نشر و اشاعت کے لئے رسالتمآبؐ نے اپنا سب کچھ داؤں پر لگا دیا۔ اور ہر بڑی سے بڑی قربانی کے لئے تیار رہے وہی قریش جنہیں بڑی عزت تھی جو صادق و امین کہتے تھے کاہن اور ساحر کہنے لگے۔ لوگوں نے برسوں پورے

خاندان سے ترک تعلق کرلیا۔ پتھر کھائے، کوڑا پھینکا گیا، آخر میں وطن بھی چھوڑنا پڑا، اعزاء اور دوستوں کی جانی قربانیاں پیش کیں، دندان مبارک شکستہ ہوئے، جان لینے میں بھی کوئی کسر چھوڑی نہیں گئی۔ یہ عزم، یہ ارادے کی پختگی، یہ جذبۂ قربانی اسی میں پایا جاسکتا ہے جس کو اپنی سچائی کا پورا یقین ہو۔

تنہا اک رسولؐ ہی نہیں آپ کے قریب ترین اعزاء اور آپ کے گھرانے والوں نے رسالتمآبؐ کے مقصد کے لئے اتنی عظیم قربانیاں پیش کیں۔ جن کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ کیا معاذ اللہ اگر رسالتمآبؐ نے غلط دعویٰ کیا تھا۔ تو ان کی ہم راز اور شریک حیات جناب خدیجہ اور ان کے بھائی قوت بازو سفر وحضر میں شریک جناب علی بن ابیطالبؑ سے جس کو بچپنے سے خود رسولؐ نے پالا تھا یہ راز چھپ سکتا تھا۔ حالانکہ علیؑ کوئی نا سمجھ، سیدھے سادے، زود یقیں آدمی نہ تھے، وہ علم و دانائی کا منارہ تھے۔ وہ دانش وبینش کا سیل رواں تھے۔ ان کا کردار اتنا بے لچک تھا کہ حق کے معاملہ میں ذرا سا بھی لوچ ان کی پوری زندگی میں نہیں ملتا۔ رسولؐ کی آنکھ بند ہونے کے بعد اگر اصول اسلام کی حفاظت پیش نظر نہ ہوتی تو بڑی آسانی کے ساتھ علیؑ کو دنیا پوری زیب و زینت کے ساتھ حاصل ہوسکتی تھی۔ مگر علیؑ نے اس طرح زندگی بسر کرنا گوارا کی ''فِیْ الْحَلْقِ شَجَیٰ وَفِی الْعَیْنِ قَذَیٰ'' میری زندگی یوں بسر ہو رہی تھی جیسے لقمہ گلوگیر ہو اور آنکھ میں کھٹک ہو۔ مگر اس مستقل تکلیف کو کیوں برداشت کیا خود ہی وجہ بیان فرماتے ہیں: ''لَوْلَا الدِّیْنُ لَکُنْتَ اَدْھَی الْعَرَبِ'' اگر دین نہ ہوتا تو چالاکی اور سیاست میں میرا کون مقابلہ کرسکتا تھا۔ یہ صرف دین کی پابندی اور اسلام کی بندش تھی جو مجھے مکر کا جواب مکر اور فریب کا جواب فریب سے دینے نہیں دیتی تھی۔

کیا جناب فاطمہ زہراؑ اور امام حسنؑ و امام حسینؑ نے جتنی اسلام کے لئے قربانیاں پیش کیں ہیں کسی بڑے سے بڑے حق کے پیرو نے کسی مقصد کے لئے اتنی قربانیاں پیش کیں۔ اور کیا یہ ممکن ہے کہ معاذ اللہ رسولؐ غلط دعوائے رسالت کرتے اور ان کی گود کے پروردہ افراد سے یہ غلط بیانی چھپی رہتی اور کیا رسولؐ کو معاذ اللہ جھوٹا سمجھتے ہوئے ان کے اہل خاندان اس کی جان و مال، عزت و آبرو اپنا سب کچھ یوں نثار کرسکتے تھے جیسے آل رسولؐ نے نثار کیا۔ اور کیا خود رسولؐ اپنی پوری کائنات یوں مباہلہ کے لئے لاسکتے تھے جیسے مباہلہ میں رسولؐ نے پیش کیا۔ یہ انداز قربانی گواہ ہے کہ رسولؐ سچے تھے، اللہ کے فرستادہ تھے، دین اسلام اللہ کا بھیجا ہوا دین ہے رسولؐ کا ساختہ پرداختہ نہیں۔

❁❁❁